Al-Azhār

Volume 7, Issue 1 (Jan-June, 2021)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/49

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/49

Article DOI: https://doi.org/ 10.46896/alazhr.v7i01.64

Title The Legal Status of Friday Prayers in the Village: In the Context of the Present

Author (s): Shazia Bano and Sahibzada Baaz Muhammad

Received on: 29 June, 2020

Accepted on: 29 May, 2021

Published on: 25 June, 2021

Citation: Shazia Bano and Sahibzada Baaz Muhammad, “Construction: The Legal Status of Friday Prayers in the Village: In the Context of the Present,” Al-Azhār: 7 no, 1 (2021): 185-203

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

گاؤں میں نمازِ جمعہ کی شرعی حیثیت: عصر حاضر کے تناظر میں

The legal status of Friday prayers in the village: in the context of the present

*شازیہ بانو

**صاحبزادہ باز محمد

Abstrac:

The status of fridayprayers in the vikkage in the context of the present. seventy percent of the population of pakistan belongs to the life of those who are suffering from economic and cultural backwordness and are also in a very precarious situation in term of satwar darpi. how to confarm then to the pure shariah and how to save them from ravarges of plolytheism. the are bothering every suffering muslim scholar, friday prayers is a key to bring the villagers closorto the reigion, in the light of negative jurispraudenue that is prevalent in india and pakistan, friday prayers are not permissible in the village but with other imam,it is permissible undercertain conditions,in order to curb the spread of irreligion in the villages, a fatwashould be issued on the opinion of other imams, and three will be no search.this is not the first times, that qazi ul qaza allama makhdoom muhammad hashim of sindh has given permission for friday prayers in many village and in the light of his statement. friday prayers are still being hold in the villages of sindh, the religious situation in the villages is unsettiled and tme demands that a fatwa be issued on the legitimacy of friday prayers in the village so that the iron, which has friday sermons and advice can be reformed.

Key words: Friday, sermons, qazi ul qaza, allama, makhdoom

---

* ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

جمعہ کی دینی حیثیت اور فضائل:

جمعہ کی فرضیت اور دینی اہمیت و مقام پر مزید روشنی ڈالنے کے لیے چند روایات حدیث پیش خدمت ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام میں جمعہ کی کتنی بڑی اہمیت ہے اور اسکی ادائیگی پر کتنا زیادہ زور دیا گیا ہے اور تارکِ جمعہ کے لیے کتنی بڑی خطرناک وعیدیں بیان کی گئی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَلَا هل عسیٰ احدکم ان یتخذ الصُبَّة من الغنم علی رأس میل او میلین فیتعذر علیه الکلأ فیرتفع ثم تجیء الجمعة ولایشهدها وتجئ،فلا یشهدها، حتیٰ یطبع الله تعالیٰ علی قلبه۔"(1)

"خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی ایک اپنا ریوڑے لے کر ایک یا دو میل کے فاصلے پر چلا جائے جہاں ایسے گھاس نہ ملے تو مزید دُور چلا جائے۔ جب جمعہ کا دن آئے تو وہ نماز کے لیے نہیں آتا ہے پھر دوسرا جمعہ پھر تیسرا جمعہ آئے پھر بھی جمعہ کو حاضر نہ ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر جباریت لگا دیں۔"

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ:

"من ترک الجمعة من غیر ضرورة، کُتبَ منافقاً فی کتابٍ لایُمحَیٰ ولایبدل وفی بعض الروایات ثلاثاً۔" (2)

"جس نے بلاضرورت جمعہ کو ترک کیا تو اس کا نام ایک ایسی کتاب منافق لکھا جائے گا جسے نہ مٹایا جا سکتا ہے نہ تبدیل کیا سکتا، بعض روایات میں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔"

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی رُو سے نمازِ جمعہ فرض عین ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا إِذَا نُودِیْ لِلصَّلَاةِ مِن یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَی ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذَلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ"(3)

"اے ایمان والو! جب جمعہ کی نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔"

اسی طرح حدیث شریف میں بھی فرضیّتِ جمعہ کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد موجود ہے:

"رواح الجمعة واجب علی کل محتلم۔"(4)

"نمازِ جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ (مسلمان) پر لازمی ہے۔"

مذکورہ بالا آیت وحدیث سے عمومیّت فرضیّتِ معلوم ہوتی ہے، مگر دیگر احادیث اور فقہی تفصیلات کی روشنی میں کچھ لوگ مستثنیٰ ہیں، جیسے: عورت، مریض، مسافر وغیرہ، نیز صحراء اور جنگل میں رہنے والے افراد بھی۔[5]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ:

"لقد هَممت ان آمر رجلاً يُصلى بالناس، ثم أُحرق ، على رجالٍ يتخلفون عن الجمعة بيوتهم۔"[٦]

"بلاشبہ میں نے ارادہ کیا ہے جو لوگ نماز جمعہ میں نہیں آتے ہیں، ان کو ان کے گھروں سمیت جلاڈالوں۔"

حضرت جابرؓ یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

" من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة اِلَّا مريض، او مسافر، اورامرأة، او صبیٌّ اومملوک۔ فمن استغنى بلهوٍ اورتجارةٍ، استغنیٰ الله عنه، والله غنی حمید۔"[7]

"جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے، سوائے مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام کے لہٰذا جو آدمی لہو ولعب اور تجارت میں مشغولیّت کی وجہ سے بے پرواہی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بے نیاز اور جمعہ والی ذات ہے۔"

فقہ اسلامی کی روشنی میں جمعہ بالاتفاق فرض عین ہے جس کا منکر بالاجماع کافر قرار پائے گا، علامہ ابن الھمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

"ان الجمة فريضة محكمة بالكتاب والسنة والاِجماع يكفر جاحدها۔"[8]

"نمازِ جمعہ کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع کی روشنی میں فریضہ محکمہ ہے، اس کا منکر کافر ہے۔"

مذاہبِ اربعہ میں شرائطِ جمعہ:

مذاہب اربعہ "جمعہ" کے فرض عین ہونے میں متفق ہیں، البتہ جمعہ کی شرائط میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام شافعیؒ "گاؤں میں نماز جمعہ" کے قائل ہیں، البتہ ان کے نزدیک نمازِ جمعہ جنگلوں، اور چٹیل میدانوں میں جائز نہیں، اور اس مقام میں عمارات مستقل اور متصل ہوں کم از کم چالیس بالغ آزاد، وعاقل مرد وہاں رہائش پذیر ہوں۔

حضرت امام مالکؒ کے ہاں جمعہ درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عمارات مستقل و متصل ہوں۔ بازار اور ایک جامع مسجد ہو، امام بذاتِ خود خطیب ہو۔ اگر خطبہ امام کے علاوہ کسی اور نے پڑھا تو جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ جامع مسجد کی باقاعدہ عمارت ہونا ضروری ہے ایک سے زیادہ جامع مسجد ہونے کی صورت میں پہلی مسجد کی نمازِ جمعہ صحیح ہوگی، باقیوں میں نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بھی عمارات مجتمعہ شرط ہے، کم از کم چالیس افراد نماز میں حاضر ہوں، اس سے کم کے ساتھ جمعہ درست نہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ہاں جمعہ کے لیے "مصر" شرط ہے لہذا گاؤں اور دیہات میں احناف کے ہاں جمعہ درست نہیں۔[۹]

گاؤں میں نمازِ جمعہ

اگرچہ متون حنفیہ "شرط مصر" پر متفق ہیں، مگر مصر کی تعریف میں فقہاء احناف کے مابین اتنا شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے مصر کی شرطیت ہی متاثر ہو کر رہ گئی ہے۔ اور پتہ ہی نہیں چلتا کہ مصر ہے کیا چیز جو احناف کے ہاں شرط ہے۔ تعددِ تعریفات کی بناء پر مصر ایک مبہم اور نامعلوم چیز بن کر رہ گئی ہے جب نامعلوم اور مبہم شیء شرط ہو تو اس کی شرطیت کا کوئی فائدہ ہی نہیں نظر آتا۔

تعریف مصر میں فقہائے احنافؒ کا اختلاف ملاحظہ ہو:

1 ...... المصر ما يعيش فيه كل صانع بصناعته۔

2...... المصر ما يعيش كل محترف بحرفته من سنة الیٰ سنة من غير ان يحتاج اِلیٰ حرفة اخریٰ

3...... عن ابی یو سف:کل موضع يسكن فيه عشرة آلاف رجل

4...... هو ان يكو ن بحال لو قصدهم عدو، يمكنهم دفعه۔

5 ......هو ان يولد فيه كل يوم ويموت فيه انسان۔

6...... هو ان لا يعرف عدد اهله الا بكلفة ومشقة۔

7...... عن ابی حنيفة و ابی يوسفؒ:المصر الجامع كل موضع له امير وقاض۔ ينفذالاحكام و يقيم الحدود۔

8......انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق من الظالم رساتيق وفيها وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته،وعلمه اوعلم غير،يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث۔

9......انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔[10]

اب اتنی مختلف تعریفات میں کسی تعریف کو اختیار کرکے کہا جائے کہ اس کا مصداق مصر شرط ہے؟؟!!بقول علامہ مفتی عبدالحئ لکھنوی:

"مصر کی تعریف میں اختلاف ہے، اٹکل سے بیان کرتے ہیں اور وحی آسمانی آتی نہیں، شارع سے اس کی تفصیل اور تعیین پائی نہیں جاتی، پھر کس تعریف کو ترجیح دی جائے جو معمول بہا ہو سکے"۔[11]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصر کی تعریف میں اتنا شدید اختلاف اس سے مانع ہے کہ مصر کو جمعہ کے لیے شرط قرار دیا جائے،لہذا جمعہ کے لیے مصر شرط نہیں ہے۔

گاؤں میں نمازِ جمعہ کے عدم جواز کے قائلین کے دلائل اور ان کا تجزیہ:

جو حضرات گاؤں میں جمعہ کے عدم جواز کے قائل ہیں، اُن کی سب سے بڑی دلیل بلکہ مدارِ دعویٰ حضرت علیؓ سے مروی ایک اثر ہے، اثرِ علیؓ متعدد طُرق واسانید سے منقول ہے:

(۱)...... اخبرنا معمر عن أبی اسحاق علی الحارث عن علی قال: لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"[12]

(۲) ...... حدثنا عباد بن العوام عن حجاج عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی قال: لاجمعة ولا تشریق ولاصلاة فطر ولا اضحیٰ اِلا فی مصر جامع أو مدینة عظیمة"[13]

اثرِ علی رضی اللہ عنہ پر محدثین نے جو جرح کی ہے، اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

اثرِ علی پر اصحابِ جرح وتعدیل کا کلام:

اثرِ علی سے استدلال کمزور ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں طُرق کے اسناد میں علماءِ حدیث نے کلام کیا ہے، کیونکہ ان دونوں کی سند میں "حارث" موجود ہے جو متکلم فیہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"اسناده ضعیف، قلت: الحارث متکلم فیه"[14]

"اس کی سند ضعیف ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں حارث متکلم فیہ ہے۔"

مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں:

"امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کے مقدمے میں حارث کو کئی جگہ پر "کَذَّابٌ، کَاذِبٌ اور وَاہِیٌ" لکھا

ہے۔امام شعبیؒ فرماتے ہیں: حدثنی الأعور وکان کذاباً۔امام ابوداؤدؒ مقدمہ میں فرماتے ہیں: واما ابواسحاق عن الحارث عن علی، فلم یسمع ابواسحاق من الحارث اِلا اربعة احادیث،لیس فیھا سندواحد۔"[15]

عون المعبود شرح ابوداؤد میں ہے:

"وفیهما الحارث الأعور وهو ضعیف جداً لایحل الاحتجاج به۔ "[16]

" ان دو سندوں میں حارث اعور موجود ہے اور وہ بہت ہی ضعیف راوی ہے، جس سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے۔"

(۳) ......البتہ ایک تیسری سند کے ساتھ اثرِ علی منقول ہے جو قدرے مستند ہے، مگر مرفوعاً پھر بھی ثابت نہیں، بلکہ موقوف ہے:

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا جریر عن منصور عن طلحة عن سعد بن عبیدة عن أبی عبد الرحمن انه قال علی : لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة"۔[17]

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ:

"روی ایضاً بسند صحیح "[18]

"سند صحیح سے بھی مروی ہے۔"

لیکن علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

" وقد ضعف احمد رفعه وصحح ابن حزم وقفه" [19]

" امام احمد نے اس کو مرفوع ہونے کو ضعیف کہا ہے اور علامہ ابن حزمؒ نے اس کے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے۔"

الغرض اس سند کے بارے میں محدثین کی آراء اگرچہ منفی اور مثبت دونوں انداز میں موجود ہیں، مگر پھر بھی یہ موقوف روایت ہے، مرفوعاً آنحضرت ﷺ سے اس سلسلے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

"وھٰذا اِنّما یروی عن علی موقوفاً،فأما النبی ﷺ فانه لایروی عنه فی ذٰلک شیء۔ "[20]

"یہ حضرت علیؓ سے موقوفاً مروی ہے، اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے کچھ مروی نہیں ہے۔"

علامہ لکھنویؒ لکھتے ہیں:

" حديث "لاجمعة ...... متفق علىٰ ضعفه۔" (21)

"اثرِ علی" کے ضُعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔"

اثرِ علی کے مقابلہ میں مرفوع فعلی:

جب اثرِ علی کی استنادی حیثیت اتنی کمزور ہے اور اجلہ محدثین نے اس پر مختلف انداز میں کلام فرمایا ہے اور اصحابِ جرح وتعدیل نے اس کے رُواۃ کی سخت الفاظ میں گرفت فرمائی ہے تو ایسی روایت بخاری شریف کی روایات صحیحہ مرفوعہ کا کیسے معارض بن سکتی ہے!!!؟

ایک طرف نہایت کمزور اور ضعیف روایت ہے، دوسری طرف نہایت صحیح اور مستند روایت ہے، نیز ایک طرف موقوف ہے جبکہ مقابلہ میں مرفوع روایت ہے لہذا اثرِ علی روایت بخاری کے معارضہ کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ چنانچہ مولانا عبدالحئ لکھنویؒ فرماتے ہیں:

"حدیث "لا جمعۃ ولا تشریق...... موقوف اور منقطع ہے اور کسی کتاب کی منقطع حدیث حدیثِ بخاری کا معارض نہیں ہوسکتی، کیونکہ باتفاقِ جمہور محدثین معارضہ میں مساوات شرط ہے"۔ (22)

نیز فتاویٰ ہمایونی میں لکھا ہے:

" ولا يخفىٰ ان الموقوف اذا عارضه المرفوع، لايكون حجة، كمافي الأصول۔"(23)

"یہ مخفی نہ رہے کہ جب حدیثِ موقوف کا معارض حدیث مرفوع کرے تو موقوف حجت نہیں بنتی ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں ہے۔

اثرِ علی کے مقابلہ میں جمہور صحابہ کا طرزِ عمل:

جمعہ کے لیے "مصر جامع" کی قید لگانے میں حضرت علیؓ اور حضرت حذیفہؓ اکیلے ہیں۔ جمہور صحابہ کا عمل اس کے خلاف ہے، چنانچہ متعدد روایات اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ گاؤں میں نماز جمعہ کے قائل رہے ہیں۔

صحابہ کرام کا یہ مجموعی طرزِ عمل درج ذیل روایات سے واضح ہے:

مصنف ابن ابی شیبۃ کی روایت ہے:

"عن ابى هريرة انّهم كتبوا الى عمر يسألونه عن الجمعة فكتب :جمعوا حيث ما كنتم"۔ (24)

"ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اہل بحرین نے خط لکھ کر پوچھا کہ ہم یہاں نمازِ جمعہ پڑھا کریں تو حضرت عمرؓ نے جواباً لکھا، جہاں تم ہو وہاں پڑھا کرو۔"

حیث ماکنتم" کے الفاظ پر حافظ ابن حجرؒ کا تبصرہ ہے: کنتم"قال ھٰذا یشمل القریٰ والمدن[25] نیز بیہقی کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اَدوارِ صحابہ میں گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا عام معمول تھا۔ وہ روایت یہ ہے:

"وروی البیھقی من طریق الولید بن مسلم: سألت اللیث بن سعد فقال: کل مدینة اوقریة فیھا جماعة أمروا بالجمعة،فان اھل مصر وسواحلھا کانوا یجمعون الجمعة علی عھد عمر وعثمان بأمرھما، وفیھما رجال من الصحابة۔[26]

"حضرت عمر اور حضرت عثمان کے اَدوار اور ان کے حکم سے شہر اور اس کے آس پاس گاؤں میں کئی صحابہ کی موجودگی میں جمعہ ہوتا تھا۔"

حضرت ابن عمرؓ کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو:

" وعند عبدالرزاق باسنادہ صحیح: انه کا ن یروی أھل المیاہ بین مکة والمدینة یجمعون، فلا یعیب علیھم۔[27]

"ابن عمرؓ دیکھتا تھا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع چھوٹی بستیوں میں لوگ جمعہ پڑھتے تھے پھر بھی آپؓ نے منع نہیں فرمایا۔"

جمہور صحابہؓ کے عمل کو ترجیح دینے کی وجوہات:

ان تمام آثار وروایات سے پتہ چلا کہ جمہور صحابہ کا عمل گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا تھا لہٰذا ان سب کے مقابلے میں "اثرِ علی" کو ترجیح دینا مناسب نہیں ہے بلکہ اثرِ علی کے مقابلے میں جمہور صحابہ کے عمل کو دو وجہ سے ترجیح حاصل ہوگی:

اولاً: اس لیے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے جیسے ایک طرح کے اجماع کی حیثیت حاصل ہے۔

ثانیا: اس لیے کہ جمہور صحابہ کا عمل آیت احادیث کے اطلاق اور عمومیت سے مطابقت رکھتا ہے، لہٰذا یہ زیادہ قابلِ قبول اور قابلِ تقلید ہے، عون المعبود میں ہے:

"وقد عارضه (ای عارض اثر علی) عمل عُمرو عثمان وعبدالله بن عمر وابی ھریرة ورجال من الصحابة رضی الله عنہم ۔ وھذہ الآثار مطابقة لإطلاق الآیة الکریمة والأحادیث النبویة فھی احریٰ بالقبول۔[28]

" اثرِ علیؓ کا معارض، عمر فاروق، عثمان غنیؓ، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرام کا عمل ہے اور یہ آثار آیت کریمہ کا ور احادیث نبویہ کے اطلاق کے مطابق ہیں پس یہ قبولیت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ "

مرفوع فعلی رافعِ اختلاف ہے:

اثرِ علی کے ناقابل استدلال ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ محدثین کا متفقہ اصول ہے کہ جب صحابہ کا کسی بات میں اختلاف ہو تو اس وقت مرفوع حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اب چونکہ اثرِ علی میں جمعہ کے لیے مصر جامع شرط ہے اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام سے گاؤں میں نماز جمعہ ثابت ہے تو اس اختلاف کی صورت میں اہم احادیث مرفوعہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ایسے مواقع پر قولِ فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور حدیث مرفوع جواثیٰ والی روایت ہے کہ جواثیٰ کے گاؤں میں جمعہ ہوتا تھا۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ جواثیٰ کے گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"فلما اختلف الصحابة وجب الرجوع الى المرفوع۔"(29)

"جب (کسی معاملہ میں) صحابہ کرام میں اختلاف ہو جائے تو حدیث مرفوع کی طرف رجوع واجب ہو جاتا ہے۔ "

شرطِ مصر استحبابی ہے:

اثرِ علی سے گاؤں میں جمعہ کے عدمِ جواز پر استدلال اس لیے بھی درست نہیں کہ جمعہ کے لیے شرطِ مصر بعض علماء اور کبار محدثین کے ہاں استحبابی شرط ہے۔ یعنی اگر یہ شرط مصر پائی جائے تو بہتر ہے ورنہ اس کے بغیر بھی نمازِ جمعہ درست ہوگی، شاہ ولی اللہؒ "مصفیٰ شرح مؤطا" میں فرماتے ہیں:

"نماز جمعه بجماعت کلان در شہر و قریه دو رکعت است۔" (30)

"جمعہ کی نماز بڑی جماعت کے ساتھ قریہ اور شہر میں بوقت ظہر دو رکعت ہے۔"

مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں:

"رہا امام ہونا خلیفہ یا اُس کے نائب کا۔ پس ہمیشہ سے جاری ہے تاکہ والی اپنے محل ولایت میں امام بنے لہذا یہ اسی وقت ہے کہ جب وہ موجود ہو اور یہ استحبابی شرط ہے۔ جس طرح اَقرَأ کو اَعلَم پر مقدم کرنا۔ اور حضرت علی کا اثر کہ "اَربَعٌ اِلَی الاِمامِ...... والی کے اپنے محل ولایت میں مقدم کیے جانے کی اَولویت اور استحباب پر محمول ہے۔ (31)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ہدایہ میں شرطِ مصر و سلطان پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے:

"ھٰذا تقرير الهداية وظاهره يفيد الأولوية والاحتياط عقلاً، لا الاشتراط وعدم جواز الصلاة بدونه شرعاً۔ (32)

الغرض شرطِ مصر ندب پر محمول ہے جیسا کہ مجموعۃ الفتاویٰ میں ہے:

"میں اس حدیث کو ندب پر محمول کرتا ہوں یعنی شرطِ بادشاہ اور مصر ہونے کی حالت میں نماز جمعہ عمدہ اور مستحب ہوگی، نہ یہ کہ بغیر ان شرطوں کے نماز ادا نہ ہوگی۔ (33)

اثرِ علی میں نفی کمال کا احتمال:

اثرِ علی میں "لا جمعۃَ" میں "لا" سے نفی کمال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ عدم جواز کی دلیل نہیں بن سکتی جیسا کہ حدیث میں ہے:

"لاصلاة لِجارِ المسجد اِلا فی المسجد" (34)

میں جنس نماز کی نفی نہیں ہے اور یہ نہ صحتِ نماز کا انکار ہے، بلکہ نماز میں کمال کی نفی ہے، اسی طرح ایک اور روایت میں ہے:

" لَا اِيمَان لِمَن لَا امانة له" (35)

تو یہاں بھی ایمان مطلق کی نفی نہیں ہے، بلکہ ایمان کامل کی نفی ہے جیسا کہ اہلِ سنت کا مذہب ہے تو ایسا ہی اثرِ علی میں ہے۔ یہ اثرِ علی کی ایک بہتریں توجیہ ہوگی تاکہ قولِ علی جمہور صحابہ کے عمل کے خلاف نہ ہو۔

اثرِ علیؓ میں اجتہاد کا دخل:

اثرِ علیؓ کے ناقابل احتجاج ہونے میں اس تاثر کو بھی بڑا دخل ہے کہ یہ ایک اجتہادی رائے تھی، کیونکہ آنحضرت ﷺ سے شرطِ مصر ثابت نہیں ہے اور اکثر صحابہ کرامؓ کا عملی اجماع بھی شرطِ مصر کے منافی ہے۔ اس تمام صورتحال میں حضرت علیؓ کا مصر کو شرط قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن کی اپنی رائے اور اُن کی اجتہادی سوچ و فکر کا نتیجہ ہے۔ اور اجتہادی تحقیق جب مرفوع احادیث اور جمہور صحابہ کے عمل کے خلاف ہو تو اس سے حُجت و دلیل نہیں پکڑی جا سکتی

ہے۔ چنانچہ صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

"قال ابن الهمام فی شرح الهداية: وكفىٰ بِعَلِیؓ قدوة واماما۔ انتهى۔ وهذا ليس بشیء۔ لأن للاجتهاد فيه مسرحاً فلاتقوم به الحجة، "وقد عارضه (ای عارض اثر علی) عمل عُمرو عثمان وعبدالله بن عمر وابی هريرة ورجال من الصحابة رضی الله عنهم ......" (36)

"ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے علیؓ ہی امام و حجت ہیں۔ (لیکن) ابن ہمامؒ کی یہ بات معتبر نہیں کیونکہ اثرِ علیؓ میں اجتہاد کا دخل ہے، تو یہ حجت نہیں بنے گا، (مزید یہ کہ) اثر علیؓ کا معارض عمرِ فاروق، عثمان غنیؓ، عبد اللہ بن عمر، ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا عمل موجود ہے۔"

نیز اثرِ علی ظاہرِ قرآن اور عموم قرآن وحدیث کے خلاف ہے، لہذا قرآن وحدیث زیادہ قبولیت کے مستحق ہیں اور وہ روایات جو اس کے مطابق ہیں، وہی قابلِ حجت ہیں۔

"وهذه الآثار مطابقة لإطلاق الآية الكريمة والأحاديث النبوية فهى احرىٰ بالقبول۔"(37)

"یہ آثار آیت کریمہ اور احادیث نبویہ کے اطلاق کے مطابق ہیں اور قبولیت کے زیادہ سزاوار ہیں۔

اثرِ علی پر احناف کا ناقص عمل:

اثر علی کی استنادی کمزوری اور دیگر لفظی و معنوی سُقم کی وجہ سے خود احناف نے بھی اس روایت پر مکمل عمل نہیں کیا ہے۔ ایک تو اس لحاظ سے کہ اثرِ علی کے متعدد طُرُق میں جمعہ کے ساتھ فطر واضحی اور تشریق کا بھی تذکرہ ہے کہ ان کے لیے بھی مصر جامع شرط ہے، مگر احناف نے تشریق کو مستثنیٰ کر دیا اور گاؤں والوں پر بھی تشریق لازمی کر دی ہے۔

ایک ہی روایت کے کچھ حصے پر عمل اور دوسرے حصے سے پرہیز چہ معنی دارد!!؟ اس سے معلوم ہوا کہ اثرِ علی پر احناف کا مکمل عمل نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تشریق کا استثناء دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ اس کے لیے مصر شرط ہے تو یہ بات ہم بھی مانتے ہیں کہ مگر یہ اثرِ علی تو احناف کے ہاں بڑی مضبوط دلیل ہے۔ اس پر کیوں عمل نہیں!!؟

نیز اثرِ علی پر احناف کے عمل میں اس لحاظ سے بھی کمی پائی جاتی ہے کہ اثرِ علی میں جمعہ کے لیے مکمل "مصر جامع" شرط ہے، لیکن احناف نے بتدریج اس میں تخفیف اختیار کیا۔ سب سے پہلے اس کے ساتھ قصبات کو ملایا پھر قُریٰ کبیرۃ کو بھی شامل کر دیا کہ ان میں جمعہ ادا ہو گا۔ ردالمحتار میں ہے:

"تقع فرضاً في القصبات والقُرى الكبيرة التى فيها اسواق۔"(38)

"نمازِ جمعہ قصبات، بڑے گاؤں جس میں بازار ہوں، فرض ہے۔"

حالانکہ اثرِ علی میں نہ قصبات کا ذکر ہے نہ بڑے گاؤں کا، بعد میں انہیں حکمی کے نام سے یا ملحق کے طور پر مصر جامع یا اس کا تابع قرار دینا ایک ایسا اقدام ہے جو اثرِ علی میں شرطِ مصر کے وجود کو شدید خطرات سے دوچار کر دیتا ہے اور شرطِ مصر کی حیثیت واہمیت پر کاری ضرب لگا دے گا۔ بہر حال مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح

ہو گئی کہ احناف نے خود اثرِ علی پر حقیقی معنوں میں کبھی عمل نہیں کیا ہے۔ لہذا جس دلیل سے صاحبِ موقف کا اپنا رویہ پرہیز والا ہو تو اس پر دوسروں کو عمل کے لیے کیسے آمادہ کیا جاسکتا ہے !!؟

اثرِ علی مضطرب المعنی ہے:

اثرِ علیؓ میں صرف "مصر" کا ذکر ہے۔ اب مصر کی حقیقت کیا ہے؟ اور کتنی آبادی میں پر مصر بولا جاتا ہے؟ اس بارے میں شارع سے کوئی نص موجود نہیں ہے۔ جب کسی امر کا تعین ہی اچھی طرح نہ ہو سکے تو اس پر عمل کیونکر ممکن ہو گا!!؟ حضرت علامہ مفتی عبد الحئ لکھنویؒ فرماتے ہیں:

"اس حدیث پر عمل کیونکہ ہو سکتا ہے؟ کیونکہ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے، اٹکل سے بیان کرتے ہیں اور وحی آسمانی آتی نہیں، شارع سے اس کی تفصیل اور تعیین پائی نہیں جاتی، پھر کس تعریف کو ترجیح دی جائے جو معمول بہا ہو سکے۔ اب گویا یہ حدیث مضطرب بالمعنی ہوئی، تخصیص آیت اس سے اٹکل سے کیونکر ہو سکتی ہے عمل تو دُور رہا اگر یہی خود رائی ہے تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ مصر کے معنی گاؤں کے ہے کیونکہ دلیل نہ اُن مفسرون کے پاس ہے نہ میرے پاس وہ بھی اٹکل سے کہتے ہیں، میں بھی!۔[39]

حقیقت یہ ہے کہ عبادات میں شرائط لگانا (مثلاً جمعہ کے لیے مصر و سلطان وغیرہ) بغیر نصِ صریح کے ممکن نہیں، اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو اثرِ علی میں موجود غیر واضح اور مبہم لفظِ "مصر" کو شرط لگانا چہ معنی دارد!!؟ حالانکہ وہ اتنا مبہم ہے کہ خود احناف نے اس کی تعریف اور تعیین میں بے شمار مختلف اقوال اور آراء پیش کی ہیں۔ لہذا بقولِ علامہ لکھنویؒ: "یہ حدیث مضطراب بالمعنی ہے جس پر عمل کرنا جوئے شِیر لانے کے مترادف ہے۔[40]

گاؤں میں نمازِ جمعہ کے فوائد و مصالح

اس میں شک نہیں کہ احکام کا دار و مدار علت پر ہے، حکمت پر نہیں ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نمازِ جمعہ کے کئی فوائد و حکم بھی ہیں جو اگرچہ جواز کا علت نہیں بن سکتے ہیں، البتہ اس کے لیے مرجح اور باعث تقویت ضرور بنتے ہیں، اس لیے ذیل میں گاؤں میں نمازِ جمعہ کے مصالح و حکم کو درج کیا جاتا ہے:

(ا)...... ہر جمعہ پورے گاؤں والے یا مختلف گاؤں کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں جس سے ان کے اندر اتفاق و اتحاد کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، ایک دوسرے کی خبر گیری اور ہمدردی کے مواقع پیدا ہوتے ہیں: (واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا)[41] پر عمل ہو گا۔

(۲)...... خطبہِ جمعہ سے دینی راہنمائی ملتی ہے، اصول دین اور احکام شرع سے باخبر ہونے اور سیرت 'تاریخ اور اسلاف کے روشن کردار پر مشتمل بیانات سے روحانی بالیدگی اور قلبی سکون میسر آتا ہے۔(آلا بذکر اللہ تطمئن القلوب) [42]

(۳)...... دن بھر اور ہفتہ بھر دنیوی کاروبار میں مشغول رہ کر قلبی حالت کچھ غفلت کا شکار ہو جاتی ہے۔ جمعہ ان غفلت و قسوت کے زنگوں اور پردوں کو مٹانے اور ہٹانے کا ذریعہ ملتاہے اور سلامتی قلب کاراستہ ہموار ہو جاتاہے جو نجات اخروی کے لیے ضروری ہے۔(یوم لاینفع مال ولا بنون الا من اتیٰ اللہ بقلب سلیم) [43]

(۴) ......جمعہ کے بہانے دین و مسجد سے رشتہ نہ صرف قائم ہوتا ہے بلکہ ہر جمعہ تجدیدِ رشتہ کے باعث یہ رشتہ مزید مضبوط و محکم ہوتاہے۔"قلبه معلق بالمسجد"۔ [44]

"دل مسجد کے ساتھ لگاہوا ہوتا ہے)والی کیفیت آہستہ آہستہ دل میں جاگزین ہو کر سایہ عرشِ الٰہی کے استحقاق پیدا ہو گا۔"

(۵) ...... مسلسل خطبات جمعہ کی سماعت سے بتدریج دین کے پانچوں شعبوں سے بھرپور واقفیت ملنے کے بعد پورے دین پر عمل کرنے کی ہمّت پیدا ہو جاتی ہے(فذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین)[45]نصیحت کیجیے، بے شک نصیحت مؤمنین کو فائدہ پہنچاتی ہے)اور(ادخلوا فی السلم کافة) [46](پورا کا پورا اسلام میں داخل ہو جاؤ) پر عمل درآمد آسان ہو جاتی ہے۔

گاؤں میں نمازِ جمعہ: علمائے احناف کے اقوال کی روشنی میں:

گذشتہ دلائل سے معلوم ہوا ہے فقہ حنفی کی رو سے بھی گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز ہے۔ بناءاًبریں

گاؤں میں نمازِ جمعہ: کے جواز کے بارے میں خود حنفی فقہاء کی ایک بہت بڑی تعداد قائل ہے۔ جن میں فقہاء، محدثین، متکلمین اور مفکرین علماء کرام کی ایک قابلِ ذکر جماعت نمایاں ہے۔

1۔ حضرت شاہ ولی اللہ:

حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسی عظیم عبقری شخصیت، برصغیر میں خاتم المحدثین اور ممتاز علمی و دینی مقام کا حامل شخص جو فقہ وحدیث اور تاریخ وفلسفہ پر کمالِ عبور رکھنے والا ہے، وہ بھی گاؤں میں نمازِ جمعہ: کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اقول: وذالک لانه لما کان حقیقة الجمعة اشاعةالدین فی البلد وجب ان ینظر الیٰ تمدن وجماعة،والاصح عندی انه یکفی اقل ما یقال فیه قریة، لما روی من طرق شتیٰ یقوی بعضها بعضا خمسة لا جمعة علیهم وعد منهم اهل البادیة؛قال ﷺ الجمعة علی الخمسین رجلا اقول الخمسون یتقریٰ بهم قریة وقال ﷺ الجمعةواجبة علیٰ کل قریة واقل ما یقال فیه جماعة لحدیث الانفاض والظاہر انهم لم یرجعوا (والله اعلم)فاذا حصل ذالک وجبت الجمعة ومن تخلف عنها فهو الاٰثم ولا یشترط اربعون وان الامراء احق بِاقامةالصلوة و هو قول علیّ کرم الله وجهه اربع الی الامام ......الخ ولیس وجود الامام شرطا والله اعلم ۔[47]

خط کشیدہ عبارت کا مطلب یہی ہے کہ اگر جمعہ کے لیے پچاس چالیس مردوں کی آبادی موجود ہو تو جمعہ واجب ہو گا اور وہ جو شرکت نہ کرے وہ گنہگار ہو گا۔

دوسری بات "نوع من التمدن" کی وضاحت یہ یہی ہے کہ نوع من التمدن" سے مراد یہی قریہ ہے جس میں چالیس، پچاس افراد کی آبادی موجود ہے، بخلاف بادیہ کے کہ اس میں نوع من التمدن نہیں پائی جاتی، لہذا بادیہ میں بالاتفاق جمعہ درست نہیں۔

شاہ صاحب مؤطا امام مالک کی شرح میں بھی جواز جمعہ کی بڑی پُرزور وکالت فرمائی ہے، مولانا عبدالرحیم "شاہ صاحب" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"پس ظاہر آن است کہ دردیہے اگر دون اربعین جمعہ خواندند نماز ایشان صحیح باشد و متخلفان آثم شوند۔"[48]

"اگر کسی گاؤں میں چالیس سے کم افراد نے نماز جمعہ پڑھی تو ان کی نماز تو صحیح ہو گی البتہ جو لوگ نماز میں شریک ہوئے، وہ گناہ گار ہوں گے۔"

2۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ دہلوی:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ اپنے دور میں مفتئ اعظم کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے مجموعہ فتاویٰ کفایت المفتی میں جمعہ کے باب مین مختصراً اور قدرے مفصل بہت سے ایسے فتاویٰ موجود ہیں جن میں آپؒ نے گاؤں جمعہ کے جواز کی رائے دی ہے۔

"(جواب:٦٥٣)"گاؤں میں جمعہ کا صحیح ہونا یا نہ ہونا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جوازِ جمعہ کے لئے مصر ہونا شرط ہے۔ لیکن مصر کی تعریف میں اختلاف عظیم ہے۔ تاہم جس مقام میں زمانہِ قدیم سے جمعہ قائم ہے وہاں جمعہ کو ترک کرانے میں جو مفاسد ہیں وہ ان مفاسد سے بدرجہا زیادہ سخت ہیں جو سائل نے جمعہ

پڑھنے کی صورت میں ذکر کئے ہیں۔ جو لوگ جمعہ کو جائز سمجھ کر جمعہ پڑھتے ہیں ان کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ نفل کی جماعت یا جہر بقراءت نفل نہار یا ترکِ فرض لازم نہیں آتا۔"(49)

3۔ مولانا محمد ہاشم ٹھٹوی:

ارضِ سندھ کے نابغہِ روزگار شخصیت حضرت مولانا محمد ہاشم وہ جبال علم ہیں۔ حضرت مولانا موصوف کی فارسی زبان میں تحریر کردہ فتویٰ بعینہ اہلِ علم کے لیے نقل کیا جاتا ہے:

"چون درین زمان توانی در تنفیذ احکام شرع و اقامۃ حدود بمرتبہ ئ غایت رسیدہ، بلکہ قدرت آن از قضاۃ غالباً مفقود گشتہ۔ ازین سبب اگر بموجب روایات اصل مذہب فتویٰ دادہ شود جواز صلوٰۃ جمعہ کہ از اعظم شعائر دین است در تمامی بلاد سندھ در زیادہ از دو سہ جائے متحقق نشود بلکہ در آن ہم مشکل۔ پس لابد است کہ درین باب عمل بروایات دیگر نمودہ شود۔ تا ظہور شعائر دین از دست نرود۔ وچون قاضی اجازت داد بموجب روایت امام محمدؒ ویا بر قول امام شافعیؒ ویا مالکؒ آں نماز باتفاق جائز گردد۔ واختلاف است درآں کہ نفاذ قضاء در مجتہدات وصیرورۃ آنہا مجمع علیہ مخصوص است بحکم قاضی مجتہد کما فی فتح القدیر۔ یا عام است کہ شامل باشد ہر قاضی مقلد را کما اختارہ صاحب البحر ولفظہ: ان القاضی المقلد اذا قضیٰ بمذھب غیرہ، فانہ ینفذ وکذا اذا قضیٰ بروایۃ ضعیفۃ او بقول ضعیف۔ انتہی۔ ودر ما نحن فیہ کہ محمل تہمت در قاضی نیست باید کہ فتویٰ دادہ شود بروایۃ بحر اظہاراً لشعائر الاسلام ولازم نیاید این شبہ کہ در مقلد شافعی لازم است کہ کہ جمیع شرائط مذہب شافعی را رعایت کردہ شود زیرا نکہ این باب از تقلید نیست اصلاً بلکہ صحیح میشود این نماز بر جمیع مذاہب از حنفیہ وغیرھم۔ ولازم نیاید این شبہ کہ نفاذ قضا در مجتہدات مشروط است بوجود تقدم دعویٰ صحیح مقضی لہ ومقضی علیہ والا فتویٰ باشد نہ قضاء۔ زیرا نچہ این شرط در معاملات ودعویٰ است نہ در عبادات۔ ولہذا در مضمرات وفتویٰ حجۃ وتاتارخانیہ وابی المکارم این را قضاء نام نہادہ اند۔ وحکم بصیرورۃ آن مجمع علیہ کردہ اند۔ ولازم است کہ اہل آن قریات کہ در بیوت وابنیہ سکونت دارند، قصد دوام اقامۃ داشتہ باشند بدلیل آنکہ متفق است کلمہ حنفیہ بر آن کہ در منیٰ جمعہ جائز است در ایام موسم بسبب بودن فقط زیر آنچہ منیٰ مصر میشود در ایام موسم بسبب بودن ابنیہ واجتماع مردم ووجود خلیفہ و قاضی۔ اگرچہ بعد از ایام موسم باقی نہی ماند مصریت او۔ کما فی الھدایۃ وشروحھا والتبیین والبحر وغیرھما۔ وقید لا یظعنون صیفاً ولا شتاءً ۔ در مذہب شافعی است نہ نزد حنفیہ، وملوک سندھ وھند فرامین خود بتقلید عمل بر مذہب حنفیہ نہی نگارند بلکہ اطلاق میکنند۔ والمطلق یجری علی اطلاقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ پس اقامۃ کنندگان در آن قریہا مؤجور مثاب عند اللہ می باشند ومانعان نمازِ جمعہ در قریہا آثم وبزہ کار شوند۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔......(50)

4۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب ؒبیر شریف والے:

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب بیر شریف والے سندھ کے ایک معروف روحانی اور علمی شخصیت تھے، مولانا فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم قرآن شریف میں ثابت ہے: اذا نُودِیَ سے مؤذن کا وجود ہوا۔ فاسعوا الی ذکر اللہ سے جماعت سمجھ میں آتی ہے۔ اس لیے کہ وہ جمع کا صیغہ ہے۔ الاثنان فما فوقھا جماعۃ۔ الحدیث۔ جمعہ کے لیے صرف اتنے آدمی چاہیے۔ یہ ہے قرآن پاک کا حکم۔ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے جو بھی شرائط آئی ہیں، وہ اپنی جگہ پر صحیح ہیں، لیکن باقی سب اماموں نے ان شرطوں کو نظر انداز کرکے بلاشرط قرآن کے حکم جاری رکھنے کی خاطر جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ مشہور عالم دین اپنی فتویٰ میں لکھتے ہیں: یہ وقت اسلام کی کمزوری کا ہے اور ضعف کا ہے اور قوم کی بے توجہی کے باعث علم کم ہوگیا ہے اور آدمی دین کی تعلیم لینے سے بیگانہ ہوگئے ہیں۔ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بہانہ آدمی اکھٹے ہوتے ہیں کہ اس طرح ہر ہفتہ کسی اور جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ لہذا اس مصلحت کو دیکھتے ہوئے ایک طرف اور قرآن شریف کے حکم کو دیکھتے ہوئے دوسری طرف، شخصی مفاد کے لیے نہیں، بلکہ مسلم قوم کے فائدہ کے لیے فتویٰ دیا جاتا ہے کہ گاؤں میں قیامِ جمعہ جائز ہے۔ وہاں قرآن اور حدیث سنایا جائے اور آدمیوں کو دینی تعلیم دیجائے۔ یہ امام شافعیؒ کے مذہب پر بلاشک جائز ہوگا۔ اور ایسے فتویٰ کو تلفیق نہیں کہا جائے گا۔ تلفیق تو غلط ہے یعنی ایک مذہب والے کا دوسرے مذہب کے جزئی پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ مگر یہ تلفیق اس وقت لازم آتی ہے جب شخصی مفاد پر نظر رکھ کر فتویٰ جاری کریں۔ اور یہاں جب قوم کی بھلائی کے لیے جوازِ جمعہ کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور ان کی روحانی دعوت کے لیے موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ تلفیق نہیں کہلائی جاتی۔ اور ایسی جزئی کتب رد میں میں لکھا گیا ہے کہ قوم کی بھلائی کے لیے دوسرے مذہب کی جزئی لیکر فتویٰ دیا جاسکتا ہے اور اس میں تلفیق لازم نہیں آئے گی۔ ملاحظہ کرو۔ ”ردّ“ کے تلفیق والی حجت کو۔[51]

5۔ مفکرِ اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ:

علمی دنیا میں مفکرِ اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ ایک معروف نام ہیں۔ دعوتِ دین اور براھین کی دنیا میں غلبۂ اسلام کے سلسلے میں ان کی گران قدر خدمات سے ہر صاحب علم واقف ہے۔ گاؤں میں جواز جمعہ کے سلسلے میں آپؒ فرماتے ہیں: ”جمعہ ہندوستان کے بعض علاقوں خصوصاً دیہاتوں، قصبوں اور دوسرے بہت سے اسلامی ممالک میں بھی زراعت پیشہ، اہلِ حرفت طبقہ اور اسلام کے درمیان ربط کی بہت اہم اور واحد شکل ہے۔ اُس میں اہتمام سے غسل کرتے ہیں‘ پہلے سے نماز کی تیاریاں کرتے ہیں‘ اسلام کے شعائر واحکام سے واقف ہوتے

ہیں' اُن کے اندر اسلام کا شعور واحساس پیدا ہوتا ہے' وہ اِس پر فخر ومسرّت محسوس کرتے ہیں اور حصار کی برکت سے وہ ارتداد وبے دینی (شرک وبدعت ورسومِ جاہلیہ) کے فتنوں اور شرک وبت پرستی کی تحریکوں اور دعوتوں سے محفوظ ومامون رہتے ہیں۔ اگر جمعہ اور اس کے مقدّمات اور انتظامات نہ ہوتے تو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس جاہلی میں (جس میں وہ سانس لیتی ہے)جذب ہو جاتی (جیسا کہ ہمارے علاقے میں عوام الناس شرک وبدعات اور رسومِ آباء واجداد میں مبتلا ہیں۔ راقم) اور ارتداد کی موجیں جو اس کے ماحول سے ٹکرا رہی ہیں اس کو نگل لیتیں اور کچھ دن کے بعد یہ پتّہ چلانا بھی دشوار ہو جاتا کہ اس کا اسلام سے تعلّق بھی رہ چکا ہے۔ یہی اسباب تھے جن کے پیشِ نظر آخر کے بعض علماءِ احناف نے اس میں سختی اور تنگی روا نہیں رکھی بلکہ توسّع اختیار کیا ہے۔ (52)

الغرض! پاکستان کی ستّر(70) فیصد آبادی دیہی زندگی سے تعلّق رکھتی ہے جو معاشی اور تمدّنی پسماندگی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ دینی حوالے سے بھی نہایت ناگفتہ بہ صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ دین کے پانچوں شعبوں (عقائد' عبادات' معاشرت' اخلاقیات اور معاملات) میں ان کی زبوں حالی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، گاؤں والوں تک دین کی بات کیسے پہنچائی جائے، ان کو کیسے دینِ حنیف سے روشناس کرایا جائے اور ان میں پھیلی ہوئی بدعات، رسوم ورواج کو کیسے شریعت مطہرہ کے قالب میں ڈھالا جائے اور ان کو کیسے شرک کی تباہ کاریوں سے بچایا جائے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر درد مند مسلمان عالم کو بے چین کیے ہوئے ہیں، گاؤں والوں کو دین کے قریب لانے کے لیے نمازِ جمعہ ایک کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے اور اس کے ذریعہ گاؤں میں پھیلی ہوئی بدعات، شرک ورسوم کا سدِ باب کیا جا سکتا ہے۔

فقہ حنفی جو کہ ہند وپاک میں رائج ہے، کی روشنی میں گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز نہیں ہے، لیکن دوسرے ائمہ کے ہاں چند شرائط کے تحت جائز ہے۔

دیہاتوں میں جو بے دینی پھیلی ہوئی ہے، اس کے سدِ باب کے لیے دوسرے ائمہ مذاہب کے قول پر فتویٰ دیا جائے تو یہ تلفیق نہیں ہوگی، یہ پہلی دفعہ نہیں ہے، بلکہ اس سے بہت پہلے علاقہ سندھ کے قاضی القضاۃ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ نے گاؤں میں نمازِ جمعہ کے جواز کا فتویٰ دے چکے ہیں اور انہی کے قول کی روشنی میں ابھی تک سندھ کی دیہاتوں میں نمازِ جمعہ ہو رہی ہے۔

اگر کسی کو اس بارے میں الجھن ہو کہ دوسرے مذاہب پر فتویٰ دینا تلفیق کے زمرے میں آتا ہے جو کہ حرام ہے تو اس کے لیے فقہ حنفی میں یہ حل موجود ہے کہ قاضی وقت آکر نمازِ جمعہ شروع کرے تو نماز ہو جائے گی کیونکہ فقہ حنفی کا یہ اصول ہے کہ حکمِ حاکم رافع للخلاف ہوتا ہے اور مجتہد فیہ مسئلہ میں اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔

الغرض! دیہاتوں کی دینی صورتحال ناگفتہ بہ ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ گاؤں میں نمازِ جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیا جائے تاکہ جمعہ کے وعظ و نصیحت کے ذریعہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔

References

1. Musele,Abdullha ibne Muhammad,Alikhteyar letale e almukhtar. daralkutoob alilmi,berot,1974,Vol:1,Page:18
2. Ibe maja,Muhammad ibne yazed,Alsunan,kitabul juma,babu fi man taraka Juma,Hades no:1127,daraulihya,berot,Vol:1,Page:357
3. Sura Juma:62:9
4. Nesai,Ahmad ibne shoib,Alsunan,Kitaul juma,Bab altshded fi aljuma, Hades No:1672,Muasesatu resala,berot,2001,Vol:2,Page:260
5. Shafi,Muhammad ibne Idres,Almusnad,Darul kutomul ilmiya, Vol:1, Page:70
6. Ibe Abi Sheba,Abdullah ibne Muhammad,Almusanaf,Kitabul juma,Bab fi Tafret e Juma,Hades No:5539, Maktaba Rushd,Vol:1,Safa:480
7. Darul Qutni,Ali ibne Umar,Alsunan,Kitabul Juma,bab man tajebo alye Juma,Hadws No:1576,Muasesatu resala,2004,Vol:2,Page:305
8. Ibneul humam,Muhammd ibne Abdul wahed,Fathul Qader,Darulfekar, Berot,Sane ishat nadarad,Vol:2,Page:49
9. Wahaba Zuheli,Doctar,Alfeqhuislami,wa adelatuho,Darul Fekar, Berot, sani ishat nadarad,Vol:2,Page:1285
10. Bukhari,Mahmuod ibne Ahmad,Almuheetuburhani,Darulkutul ilmi, Berot,2004,Vol:2,Page:66
11. Laknawi,Mulana,Abdul Hai,Majmuatul Fatawa,Amjad acedmi,Lahor,sani ishat nadarad,Vol:1,Page:322
12. Aini,badrudin,Mahmod ibne Ahmad,Umdatul Qari Shar e sahi albukhari, Darul ihya wa alturas,sani ishat nadarad,Vol:6,Page:187
13. Aezan:
14. Zeli,Abdullah ibne Yosuf,Nasbuoraya Fi Ahades hedaya,Musesa resala, Berowt,1997,Vol:2,Page:195
15. Laknawi,Mulana,Abdul Hai,Majmuatul Fatawa,Vol:1,Page:325
16. Azem Abadi,Muhammad Ashraf,Awonul Mabood harh Alsunan e Abi dawod,Darul Kutobul ilmiya,berot,Vol:3,Page:385
17. Ibe Abi Sheba,Abdullah ibne Muhammad,Almusanaf,Kitabul juma,Bab Man Qala La Jumata Wala tashreq ila fi Mesr,Hades No:5059, Vol:1, Page:439
18. Aini,badrudin,Mahmod ibne Ahmad,Umdatul Qari,Vol:6,Page:188
19. Shawokani,Muhammad ibne Ali,nelul Awotar, Mesar,Kitabul juma,Babu ineqaul juma,Hades No:1191, Darulhades,Mesar,Vol:3,Page:278
20. Zeli,Abdullah ibne Yosuf,Nasbuoraya Fi Ahades hedaya,Vol:2,Page:195
21. Laknawi,Mulana,Abdul Hai,Majmuatul Fatawa,Vol:1,Page:325
22. Aezan:Page:321
23. Hamauoni,Mufti Muhammad Abdul Ghafor,Fatawa Hamauoniya,mvbe Refah Aam,Lahor,Vol:1,Page:44

24. Ibe Abi Sheba,Abdullah ibne Muhammad,Almusanaf,Kitabul juma,Bab man kan Yara aljuma fi alqura,Hades No:5068,Vol:1,Safa:440
25. Asqalani,Ahmad ibne Hajar,Fathul bari,Darul marefa, Berot, 1379, Vol:2, Page:380
26. Aezan:
27. Aezan:
28. Azem Abadi,Muhammad Ashraf,Awonul Mabood harh Alsunan e Abi dawod,Vol:3,Page:286
29. Asqalani,Ahmad ibne Hajar,Fathul bari,Vol:2,Page:380
30. Abdul Raheem,Nasehatul wara fi Suboot e Sulatul Juma Fil Qura,Hozi ilmi,iran,Sani Ishat nadarad,Page:33
31. Laknawi,Mulana,Abdul Hai,Majmuatul Fatawa,Vol:1,Page:322
32. Aezan
33. Aezan:
34. Ibe Abi Sheba,Abdullah ibne Muhammad,Almusanaf,Kitabul juma,Bab Man qala Iza samea almunadi,Hades No:3409,Vol:1,Safa:303
35. Ibe Abi Sheba,Abdullah ibne Muhammad,Almusanaf,Kitabul ieman,Bab Ma Qalo Fi Sefatel ieman,Hades No:30320,Vol:6,Safa:159
36. Azem Abadi,Muhammad Ashraf,Awonul Mabood harh Alsunan e Abi dawod,Vol:3,Page:286
37. Azem Abadi,Muhammad Ashraf,Awonul Mabood harh Alsunan e Abi dawod,Vol:3,Page:286
38. Shami,ibne abden,Muhammad Amen,Radul mhtar,darulfekar,berot,1996, Vol:2,Page:138
39. Laknawi,Mulana,Abdul Hai,Majmuatul Fatawa,Vol:1,Page:321
40. Aezan:
41. Sura Alimran:3:103
42. Sura Alrad:13:28
43. Sura Shura:26:88
44. Qusheri,Muslem ibne Alhjaj,Aljame alsahih,Babu fazlusadaqate,Hades No:1031,Darulihya,Berot,sani ishat nadarad,Vol:2,Page:721
45. Sura Alaala:87:9
46. Sura Albaqra:2:208
47. Shawalilluallah,Ahmad ibne Abdul Raheem,Hujjatullah Albalegha,Darul jel,Berot,2005,Page:47
48. Abdul Raheem,Nasehatul wara fi Suboot e Sulatul Juma Fil Qura,Page:32
49. Dehlawi,Mufti kifayatullah,kifayatulmufti,idartul farooq,karachi, 1434, Vol:3,Page:205
50. Abdul Raheem,Nasehatul wara fi Suboot e Sulatul Juma Fil Qura,Page:33
51. Aezan:32
52. Nadwi,sayad Abul Hasan Ali,Arkan e arba,Majlas e nashreyat e isam, Karachi,sani ishat nadarad,Page:29